ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار ۸ شعبان ۱۴۴۵ھ
مطابق ۱۸ فروری ۲۰۲۴ء

بچوں کا اسلام

1122

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ہمت کا پہاڑ

امن کا نشان فاختہ

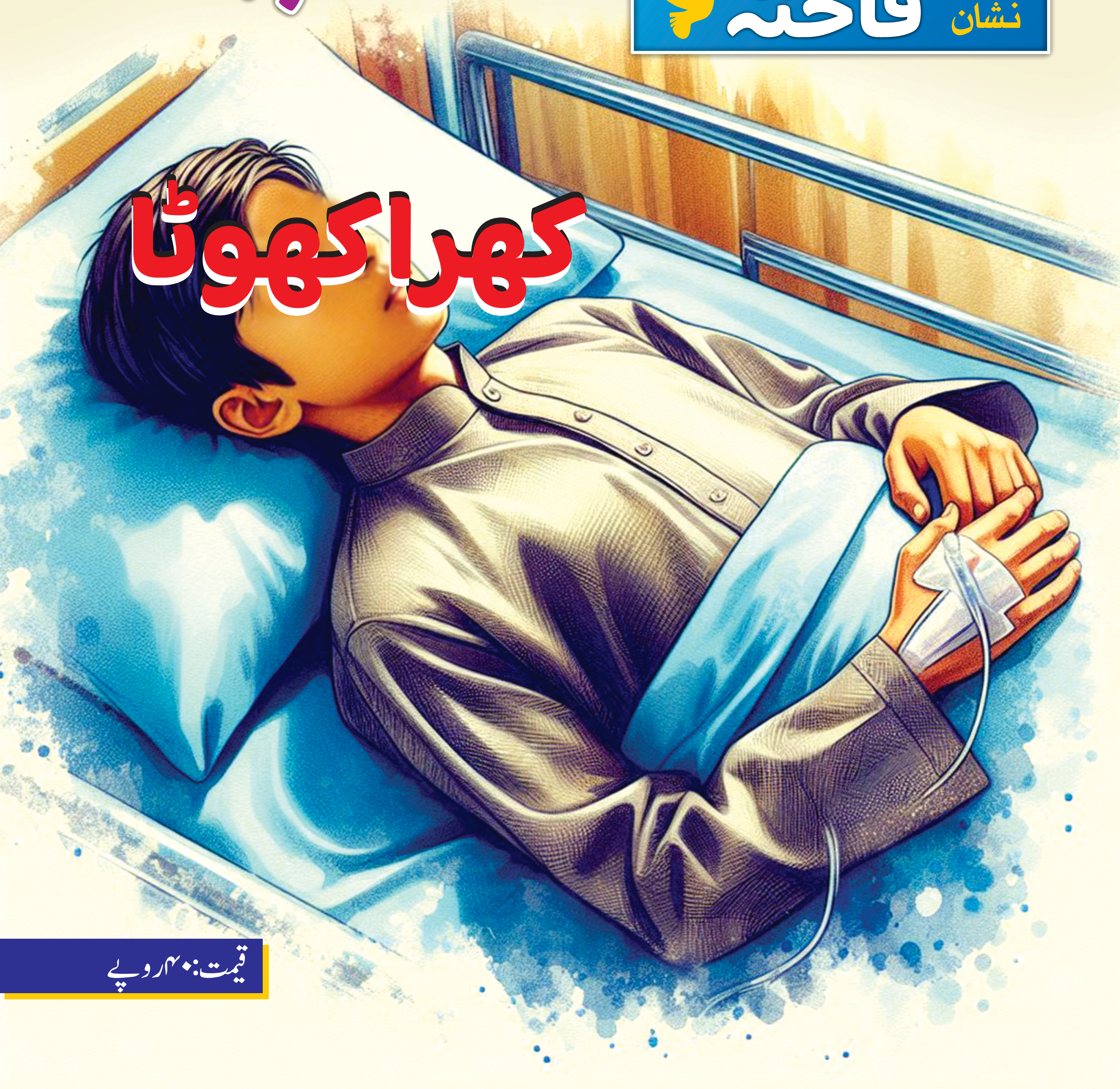

کھرا کھوٹا

قیمت: ۴۰ روپے

القرآن

خدا کی رحمت کے امیدوار

جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لیے وطن چھوڑ گئے اور کفار سے جنگ کرتے رہے، وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۸)

الحدیث

اُمید اور خوف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جس پر حالت نزع طاری تھی، آپ نے اس سے پوچھا کیا امید رکھتے ہو؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف کردے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس قلب میں امید اور خوف دونوں جمع ہوں وہ ضرور نجات پائے گا۔''

(ترمذی)

ان کا رخ

دستک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

کل دوپہر ایک صاحب کی عیادت کے لیے جانا ہوا تو وہاں پہلے سے ایک صاحب عیادت کے لیے آئے بیٹھے تھے۔

نم دیدہ تھے۔ گلوگیر لہجے میں اپنے عمرے پر جانے کی خوشخبری مریض کو سنا رہے تھے۔ ہم نے بھی مبارک باد دی۔

اور پھر جیسا کہ ہوتا ہے، کچھ دیر حرمین کا ذکر مبارک چل نکلا۔

اتفاق سے ہمارے ہاتھ میں بچوں کا اسلام تھا۔

مریض نے دیکھا تو لے لیا۔

اِس شمارے کا سرورق فلسطین پر تھا اور سرخی بھی۔

یوں موضوع کا رخ خود بخود فلسطینی شیروں کی طرف ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک اِس موضوع پر مریض سے گفتگو رہی۔

اِس وقت ایک عجیب سی بات ملاحظہ کی کہ وہ صاحب جو ابھی بھیگی آنکھوں اپنے عمرے کی خوشخبری سنا کر مبارک باد وصول کر رہے تھے، اب یکا یک انھیں چپ سی لگ گئی ہے۔

بلکہ اُن کے چہرے پر اچھے خاصے کدورت کے آثار واضح ہو گئے تھے جیسے یہ کیا موضوع چھڑ گیا......!

اور آخر اُن سے صبر نہ ہوا تو اس بے مثال 'جدوجہد' کے لیے ایسا ہلکا جملہ بول گئے کہ ہم چند لمحے تو ان کا چہرہ دیکھتے رہ گئے۔

چالیس سے زیادہ عمر ہو گئی اِس لیے عموماً اب فوراً اشتعال نہیں آتا، مگر

اِس وقت غم وغصے کی ایک لہر اٹھی اور ہمیں اپنے حصار میں لے لیا۔

کراچی والوں کی زبان میں کہیں تو کھوپڑی سٹک گئی، سو میزبان کا خیال کیے بنا ذرا اچھی طرح اُن صاحب کی خبر لے لی۔

بس کیا تھا، فوراً پلٹا کھا گئے کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا اور پھر اپنے حرمین کے سفر کی جذباتی ڈھال لینے لگے کہ میں تو یوں اور میں تو ووں۔

☆☆

اعمال میں تقابل ہمیں ذوقی طور پر پسند نہیں، لیکن جب لوگ فرض پر نفل کو نہ صرف ترجیح دینے لگیں بلکہ فرض کو مقابلتاً بیکار بھی جاننے لگیں تو ذرا ان کا دماغ جھنجھنانا چاہیے۔

سو خاص طور پر وہ لوگ جو بزعم خود دین دار ہیں اور مشرق وسطیٰ میں ہو رہی اس بے مثال جدوجہد کو بیکار یا لاشعوری طور پر کم تر سمجھتے ہوئے اگر شہرِ مدینہ کو بھی ترجیح دے رہے ہیں تو اُن سے سوال ہے کہ شہرِ مدینہ آخر کیوں محترم ہے؟

شہرِ مدینہ، مدینے والے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی کی وجہ سے تو محترم ہے، ورنہ وہ بھی محض دوسرے شہروں کی طرح ایک شہر ہی تو ہے، نام جس کا یثرب تھا۔

حرمین جائیے، ضرور جائیے، ہم سبھی جانے کی تڑپ رکھتے ہیں کہ فرض ادا کرنے کی استطاعت واستعداد نہیں رکھتے تو نفلوں ہی سے قرب الٰہی کی امید رکھتے ہیں مگر نفل کے سامنے فرض کو کم تر تو نہ سمجھیے۔

آپ کا رخ اگر مدینے کی طرف، سنہری جالیوں کی طرف ہے تو یقین کیجیے مدینے والے کا رخ اِس وقت اُن بے کسوں کی طرف ہے۔

مدینہ منورہ حاضری اور میدانِ قتال میں حاضری کی فضیلت میں اتنا بُعد ہے کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ سیرت صحابہ میں موجود ہی ہے۔

قصہ مختصر؛ وہ جو تبلیغ والے دو اشعار (نما) سنایا کرتے ہیں ناں کہ

غمِ امت جس کے سینے میں ہے
وہ کہیں بھی ہو مدینے میں ہے

اور

غم امت جس کے سینے میں نہیں
وہ مدینے میں ہو کر مدینے میں نہیں

تو یہ بات یہاں پوری طرح صادق آتی ہے۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

ابو حنظلہ سعدی

میں نہیں بدل سکتا

مدینہ منورہ میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اُس کے والد برکت کے لیے اُس بچے کو گود میں اُٹھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے، تاکہ بچے کو گھٹی دلوا سکیں اور برکت کی دعا کروائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا نام رکھا ہے؟''

''اے اللہ کے رسول! محمد رکھا ہے۔''

یہ سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا! میرے نام پر نام رکھا ہے، تو پھر اس کی کُنیت بھی (میری کُنیت پر) ابوالقاسم ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے لیے برکت کی دعا بھی فرمائی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہونے والے یہ ننھے صحابی حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ معروف صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیٹے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

عشرہ مبشرہ اُن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کہا جاتا ہے جنھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔

ان کی والدہ حمنہ بنت جحش تھیں، جو اُمُّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں، گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خالو تھے۔ (اُسد الغابۃ)

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پوتے کا نام محمد تھا۔ ایک مرتبہ اُس کا کسی سے جھگڑا ہو گیا۔ بات کچھ بڑھ گئی تو وہ شخص حضرت عمر فاروق کے پوتے محمد کو بُرا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا: ''اے محمد! اللہ تیرے ساتھ ایسا ایسا کرے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو اپنے پوتے محمد سے کہا:

''تمھارے نام کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو بُرا بھلا کہا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، تمھیں محمد نام سے نہیں پکارا جائے گا۔''

یہ کہہ کر آپ نے اُس کا نام محمد سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے خاندان والوں کو بھی پیغام بھیجا کہ تمھارے لڑکوں میں سے جس جس کا نام محمد ہے اُسے تبدیل کر دیا جائے۔

حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود میرا نام محمد رکھا تھا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ کہا: ''جو نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھا ہے عمر اُسے تبدیل نہیں کر سکتا۔'' (مسند احمد)

آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے انھیں ''سجاد'' یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والے کہا جاتا تھا۔ کم سنی کی وجہ سے آپ کو بہت ہی کم عرصہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا، لیکن اُن کی عبادت گزاری کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے صحابہ کرام اُن سے دعا کروانے کے لیے آیا کرتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ ابھی بچے تھے۔ شیخین کریمین کے دور میں بھی آپ کالڑکپن تھا، اِس لیے کوئی خاص کارنامہ نہ دکھا سکے، البتہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں آپ جوان ہو چکے تھے۔ خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں جنگِ جمل کا افسوس ناک معرکہ پیش آیا تو اپنے والد حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے اور شہید ہوئے۔

جنگ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے حضرت حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جنگ میں شہید ہونے والوں کو تلاش کر رہے تھے کہ حضرت حسن کی نظر ایک لاش پر پڑی جو اوندھے منہ تھی۔

حضرت حسن نے قریب جا کر لاش کو سیدھا کیا اور پھر ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا:

''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ تو قریش کا فرزند ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا: ''کون ہے؟''

''یہ محمد بن طلحہ ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کی شہادت کا سن کر بے حد دکھ ہوا، فرمایا:

''آہ افسوس! کیا ہی نیک نوجوان تھا، ربِ کعبہ کی قسم! یہ سجدوں کا عادی تھا۔''

اللہ اُن سے راضی ہو۔

***

دلچسپ معلومات

- ☆ دنیا کا سب سے زیادہ اونچائی پر واقع چڑیا گھر بھارت میں ہے۔
- ☆ ماچس 1826ء میں برطانیہ کے ادویات ساز جان واکر نے اتفاقیہ طور پر ایجاد کی۔
- ☆ شکراوہ پرندہ ہے جو ہوا میں اڑتے اڑتے ایک جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔
- ☆ ڈولفن مچھلی ایک آنکھ کھول کر سوتی ہے۔
- ☆ جھینگے کا دل اس کے سر میں ہوتا ہے۔
- ☆ ہمارا دل ایک دن میں قریب ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔
- ☆ ایک مناسب سائز کے درخت کی لکڑی سے تقریباً 17000 پنسلیں بن سکتی ہیں۔
- ☆ پیاز کاٹتے وقت چیونگم چبانے سے آنکھوں میں آنسو نہیں آتے۔
- ☆ پاکستان کا پہلا سکہ 1948 میں جاری ہوا۔

معاذ کرامت

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

امن کا نشان فاختہ

ابو احمد

زیبرا فاختہ (Zebra Dove):

یہ انڈونیشیا، تھائی لینڈ اور جنوب مشرقی ایشیا کے دیگر ممالک میں ملتی ہے۔ ساڑھے نو اِنچ تک لمبی ہوتی ہے۔ بالائی جسم کے بال ہلکے اور نچلے جسم کے بال کے گہرے گندمی ہوتے ہیں۔ اُس کی دُم پر دھاریاں ہوتی ہیں اسی لیے اسے زیبرا فاختہ کہا گیا۔ یہ میٹھی اور سریلی آوازیں نکالتی ہے۔ انڈونیشیا میں ان فاختاؤں کے درمیان سریلی آواز کے مقابلے ہوتے ہیں۔

سوکورو فاختہ (Socorro Dove):

یہ فاختہ کبھی صرف میکسیکو کے جزیرے سوکورو میں ملتی تھی۔ اسے آخری مرتبہ 1972ء میں دیکھا گیا تھا۔ اب صرف 200 کے قریب سوکورو فاختائیں چڑیا گھروں یا پالنے والوں کے پاس محفوظ ہیں، گویا اس کی نسل سخت خطرے میں ہے۔ یہ 13 اِنچ لمبی ہوتی ہے۔ پَر گندمی ہوتے ہیں جب کہ دھڑ بھوری رنگت رکھتا ہے۔

سفید پَر فاختہ (White-winged Dove):

یہ جنوب مغربی امریکہ کی ریاستوں میں پائی جاتی ہے۔ ساڑھے گیارہ اِنچ لمبی ہوتی ہے۔ پَر گہرے گندمی رنگ کے ہوتے ہیں۔ پَروں کے بیرونی کنارے سفید ہوتے ہیں اسی لیے اسے یہ نام ملا۔ میدانوں میں جب یہ فاختہ کوئی درندہ دیکھتی ہے تو کُو کُو اور ہُو ہُو کی آوازیں نکال کر چرنے والے جانوروں کو خبردار کرتی ہے۔ اس کی چونچ خاصی لمبی ہوتی ہے۔

راس فاختہ (Cape Dove):

یہ انوکھی فاختہ افریقہ کے علاقے کیپ میں رہتی ہے۔ اس فاختہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس کا منہ بالکل سیاہ ہوتا ہے اور اِردگرد کے بال سفید ہوتے ہیں۔ باقی جسم کے بال پَروں سمیت ہلکے یا گہرے گندمی رنگ کے ہوتے ہیں۔ مادہ فاختہ کے چہرے پر سیاہ دھبا نہیں ہوتا۔ یہ فاختہ ساڑھے آٹھ اِنچ تک لمبی ہوتی ہے۔

بھوری زمینی فاختہ (Cinnamon Ground Dove):

پاپوانیوگنی اور انڈونیشیا میں پائے جانی والی اس فاختہ کے سینے پر چمک دار زرد بال ہوتے ہیں اسی لیے اسے سنہری دل فاختہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ساڑھے نو اِنچ لمبی ہوتی ہے۔ سر کے بال اور پَر گندمی ہوتے ہیں۔

سب سے چھوٹی فاختہ:

بونی (Dwarf) فاختہ دُنیا کی سب سے چھوٹی فاختہ ہے۔ یہ پاپوانیوگنی میں ملتی ہے۔ صرف پانچ اِنچ لمبی ہوتی ہے۔ پَر سبز ہوتے ہیں۔ سینے پر خاکی سے بال بھی نظر آتے ہیں۔

پھلوں کی شوقین:

پاپوانیوگنی، فلپائن اور دیگر قریبی جزائر کے جنگلوں میں پھل فاختہ (Fruit Dove) ملتی ہے۔ اس کی 50 سے زیادہ اقسام ہیں۔ یہ درمیانے قدوقامت کی فاختہ ہے جس کی دُم چھوٹی اور دستی پنکھے جیسے ہوتی ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ رنگ برنگ اور بہت خوب صورت ہوتی ہے۔ نام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پھل اور اُن کے بیج کھا کر پیٹ بھرتی ہے۔ چوں کہ پھل فاختہ انسان کو دیکھ کر فوراً اُڑ جاتی ہے لہٰذا ماہرینِ حیوانات اس کے متعلق کم ہی معلومات رکھتے ہیں۔

بیوٹی فُل فاختہ:

بیوٹی فُل نامی فاختہ اتنی خوب صورت ہے کہ لوگوں نے اُسے یہی نام دے دیا۔ یہ بھی پاپوانیوگنی کے جزائر میں ملتی ہے۔ یہ ساڑھے سات اِنچ لمبی پھل فاختہ ہے۔ اس کے سر پر سرخ تاج نما دھبا ہوتا ہے۔ اُوپر والا حصّہ سبز بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ نچلے دھڑ کے بال نارنجی، زرد اور سرخ ہوتے ہیں۔ سینے پر خاکی بال ہوتے ہیں۔

سیٹی بجانے والی فاختہ (Whistling Dove):

یہ پھل فاختاؤں کے خاندان سے تعلق رکھنے والا انوکھا پرندہ ہے۔ یہ جزائر فیجی میں ملتی اور پونے آٹھ اِنچ تک لمبی ہوتی ہے۔ اس کا پورا جسم چمک دار نارنجی رنگ کے بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ صرف سر کے بال سنہری زیتون کی رنگت نما ہوتے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مادہ فاختہ کے بیش تر بال سبز رہتے ہیں۔ تیز سیٹی نما آواز اس کی خاص نشانی ہے۔

بَربَری فاختہ (Bardary Dove):

یہ دُنیا میں سب سے زیادہ تعداد میں پائی جانے والی فاختہ ہے۔ یہ چھوٹی فاختہ ہے اور چھ اِنچ تک لمبی ہوتی ہے۔ یہ چالیس مختلف رنگوں میں ملتی ہے۔

ہیرا فاختہ (Diamond Dove):

آسٹریلیا میں پائی جانے والی اس فاختہ کی لمبائی 11 اِنچ تک ہوتی ہے۔ اس فاختہ کا سَر، گردن اور سینہ خاکی مائل ہلکے نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ آنکھوں کے گرد سرخ حلقہ ہوتے ہیں۔ یہ خوب صورت پرندہ مختلف آوازیں نکالنے میں ماہر ہے، اسی لیے آسٹریلیا اور قریبی ممالک میں لوگ اسے شوق سے پالتے ہیں۔

☆☆☆

کھرا کھوٹا

اعظم طارق کوہستانی

''اس لڑکے نے تو جان عذاب میں کر رکھی ہے، اس کی اوچھی حرکتوں کی وجہ سے میرا دماغ خراب ہو گیا ہے، اسے کچھ دن کے لیے گھر سے چلتا کرو۔''

''اے ہے، آپ بھی ناں، بچہ ہے، سمجھ جائے گا۔''

شاہدہ نے اپنے بیٹے کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ نہیں جانتا! تم بخوبی واقف ہو کہ میں جو بات کہہ دوں وہ پتھر پر لکیر ہوتی ہے۔'' جہانزیب کا ناک پر دھرا غصہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔

''آپ بتائیں میں کیا کروں؟ جوان اولاد کو کوئی ایسے گھر سے نکالتا ہے کیا......؟''

شاہدہ روہانسی ہونے لگی۔

''اب آنسو بہانا نہ شروع کر دینا، میرا مطلب ہے کہ اسے اس کی نانی کے ہاں حیدرآباد بھیج دو کچھ دن کے لیے۔''

جہانزیب اپنی بیوی کے رونے سے بڑا ڈرتا تھا۔

''لیکن......'' شاہدہ نے کچھ کہنا چاہا مگر جہانزیب اس کی بات کاٹ کر بولا:

''مجھے مشوروں اور تجاویز کی نہیں بلکہ تعمیل کی ضرورت ہے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆

میں دروازے میں کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا اور تلملا رہا تھا۔

''ایک تو یہ ابا کبھی مجھ سے خوش نہیں ہوتے۔ جب سے میرے میٹرک کے امتحان ہوئے ہیں، میرے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں کہ ٹیوشن پڑھ لو تاکہ گیارہویں میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، ہونہہ میری فرصت کے دنوں سے تو انھیں گویا چڑ ہے۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ جب تک میرا میٹرک کا رزلٹ نہیں آتا، میں کسی قسم کا داخلہ نہیں لوں گا، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ ارے کم از کم دو ماہ تو مجھے انجوائے کرنے دیں۔ ویسے بھی میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہوں۔ صبح دس بجے سودا سلف لا کر گھر سے نکلتا ہوں تو رات دس گیارہ بجے گھر واپس آتا ہوں، کوئی ہر وقت تو گھر پر بیٹھے انھیں تنگ نہیں کرتا ناں، پھر بھی میرے اور میرے دوستوں کے پیچھے ہر وقت پڑے رہتے ہیں۔''

آج تو ابو کی باتوں سے مجھے بہت غصہ آ رہا تھا۔

''مجھے بھی کوئی شوق نہیں یہاں رہنے کا، اچھا ہے کچھ دن کے لیے جاؤں گا تو ہی انھیں میری قدر آئے گی۔'' میں بڑبڑایا۔

مجھے خوب معلوم تھا کہ ابو کو میرے جگری دوست کاشف اور علی سے میری دوستی ایک آنکھ نہیں بھاتی، حالاں کہ کاشف ان دنوں ہر روز نئی فلم دکھاتا ہے۔ اور ساتھ میں پوپ کارن کا تو الگ ہی مزہ ہے۔

میں یہی سوچتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہوا اور زوردار انداز سے دروازہ بند کر دیا۔

☆......☆

''کیا تم واقعی جا رہے ہو......؟''

علی کو میری بات پر اب تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں بھئی میں جا رہا ہوں، ذرا حیدرآباد بھی گھوم آؤں گا، لیکن تم بے فکر رہو، ایک ہفتے کے اندر اندر لوٹ آؤں گا اور پھر موجاں ہی موجاں۔''

میں نے آنکھ مارتے ہوئے بازاری انداز میں کہا تو وہ دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

''چلو جس دن تم واپس آؤ گے، اس دن اکٹھی چار پانچ فلمیں دیکھیں گے۔''

کاشف نے فراخدلانہ پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

''اب تو میں یوں گیا اور آیا۔'' ہم تینوں نے فلک شگاف قہقہہ لگایا، مگر جلد ہی میرے قہقہے کو بریک لگ گئے، میرے والد آ چکے تھے۔

''چلو شاہ زیب! تمھاری گاڑی کا وقت کم رہ گیا ہے۔''

انھوں نے علی اور کاشف سے ہاتھ ملانے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

مجھے ابو کی یہی بات اچھی لگتی ہے کہ انہوں نے کبھی مجھے دوستوں کے سامنے نہیں ڈانٹا تھا اور ان سے سلام دعا بھی کرتے تھے، خیر میں اپنے دوستوں کو خدا حافظ کہتا ہوا حیدرآباد کے لیے کوچ میں سوار ہو گیا۔

☆......☆

آج صبح ہی سے موسم سرد تھا، امی نے مجھے نا صرف موٹے کپڑے پہنائے تھے بلکہ جرسی کے اوپر جیکٹ بھی دے دی تھی۔ کراچی کا موسم بھی عجیب بے تکا سا ہے، بقول یوسفی ریڑھی لگانے والا سوچتا ہے کہ صبح گرم گرم مونگ پھلی کی ریڑھی نکالے یا قلفی بیچے!

''رات نو بجے تک میں حیدرآباد پہنچ جاؤں گا۔''

میں نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

میرے ساتھ والی سیٹ پر میری ہی عمر کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا قد کاٹھ بالکل

میرے برابر تھا۔ سرمئی رنگ کا کاٹن میں نے بھی زیب تن کیا ہوا تھا اور اس نے بھی سرمئی کپڑے پہن رکھے تھے۔

''چلو شکر ہے سفر تو اچھا گزرے گا۔'' میں نے سکون کا سانس لیا۔

تھوڑی دیر میں ہی میں اور وہ گھل مل گئے۔ وہ کراچی سے حیدرآباد اپنے ایک دور کے رشتے دار کے پاس کام کے سلسلے میں جا رہا تھا۔ وہ اس دنیا میں اکیلا تھا اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اسے سردی لگ رہی تھی، سو میں نے ازراہِ ہمدردی اپنی جیکٹ بھی اُسے دے دی تھی۔

گاڑی کراچی سے نکل چکی تھی۔ تمام مسافر یا تو سو رہے تھے یا پھر ایک دوسرے سے کھسر پھسر کے انداز میں باتوں میں مصروف تھے۔

قریب ایک گھنٹہ گاڑی چلی ہوگی کہ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ گاڑی بری طرح اچھلی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم کے ہزاروں ٹکڑے فضا میں بکھر گئے ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆......☆

مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو حیدرآباد کے جنرل اسپتال کے بیڈ پر پایا۔ نرسوں اور ڈاکٹروں کے مطابق ہماری گاڑی کو خوفناک حادثہ پیش آیا تھا، وہ لاہور سے آنے والے ایک تیز رفتار ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی، جس کے نتیجے میں پچپن مسافروں میں سے پندرہ ہلاک اور باقی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ ان میں سے کچھ کی حالت نازک تھی مگر بقول ڈاکٹروں کے میری حالت بہت بہتر تھی۔

مجھ پر یہ بھی انکشاف ہوا کہ میں دو دن بے ہوش رہا تھا مگر کوئی مجھے ڈھونڈنے نہیں آیا تھا۔ خیر ڈاکٹروں نے مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ مجھے ابھی بھی حیرت ہو رہی تھی کہ ابھی تک ابو امی مجھے دیکھنے کیوں نہیں آئے تھے۔ حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کی ایک عجیب کیفیت بھی مجھ پر طاری تھی۔ موت کو اتنے قریب دیکھ کر مجھے اپنے سارے گناہ یاد آ رہے تھے۔ والدین کی نافرمانی، فلمیں دیکھنا، فضول گھومنا پھرنا۔ اگر میں یوں ہی مر جاتا تو اپنے رب کو کیا جواب دیتا؟ امی ابو مجھے نماز کا کہتے تھے مگر مجھے تو کاشف اور علی کے ساتھ فلمیں دیکھنے سے فرصت نہیں تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

میں حیدرآباد میں تھا، اس لیے کراچی اپنے گھر جانے کی بجائے نانی کے گھر چل پڑا۔

نانی کے گھر پہنچ کر میں نے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ میرے ماموں نے کھولا تھا اور مجھے دیکھتے ہی وہ اس بری طرح اچھل پڑے تھے جیسے انھوں نے بھوت دیکھ لیا ہو۔

میں حیرت سے انھیں دیکھنے لگا۔

کچھ لمحے بعد وہ چیخ چیخ کر سب گھر والوں کو بلا رہے تھے۔

ممانی، میرے کزنز سب دروازے پر آ گئے تھے۔

ممانی جان پر تو جیسے مجھے دیکھ کر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔

اب ماموں کو ہوش آیا اور مجھے خود سے لپٹا کر رونے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میرے گھر والے تو میرے دھوکے میں کسی اور لڑکے کی تدفین بھی کر چکے ہیں۔ ماموں بتا رہے تھے کہ میت کی حالت ناقابل شناخت تھی، اس لیے امی ابو نے تمھیں کپڑوں سے پہچانا تھا۔

تب اچانک مجھے اپنے برابر بیٹھا وہ لڑکا ماجد یاد آیا۔

''اوہ اس بے چارے غریب کو سردی لگ رہی تھی تو میں نے اسے اپنی جیکٹ پہنائی تھی۔ کپڑے بھی اس نے سرمئی پہن رکھے تھے اور امی ابو اس بے چارے کو میرے دھوکے میں شاہ زیب سمجھ بیٹھے تھے۔''

ممانی نے بتایا کہ بڑے ماموں اور نانی کراچی ہمارے گھر گئے ہوئے ہیں۔

''تمھاری ماں تو صدمے سے ایک دن بے ہوش رہی ہیں، ابھی بھی ان کا برا حال ہے بیٹا! اور تمھارے ابو کا تو کچھ مت پوچھو، وہ خود کو مستقل الزام دے رہے ہیں کہ انھوں نے تمھیں کیوں بھیجا؟''

یہ سب باتیں سن کر میرے جسم سے جان ہی نکل گئی تھی۔

اب ماموں جان نے فوراً گھر والوں کو فون کر دیا۔ انھوں نے اپنے بڑے بھائی کو ساری بات بتائی کہ شاہ زیب کے امی ابو کو بہت آرام سے یہ خوش خبری سنائیں، کہیں انھیں شادی مرگ نہ ہو جائے۔

قصہ مختصر؛ خبر کراچی پہنچی تو سب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ امی ابو کو پہلے تو یقین ہی نہیں آیا پھر ان کا فون آ گیا۔ میری آواز سن کر ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

☆......☆

کھانا کھانے کے بعد چھوٹے ماموں مجھے کراچی چھوڑنے چلے گئے۔

امی ابو مجھ سے لپٹ کر بہت روئے۔ سارے محلے والے بھی آئے۔ سب حیران بھی تھے اور خوش بھی۔ ساتھ ہی اس بے چارے لاوارث لڑکے کے لیے افسوس اور ایصال ثواب بھی کر رہے تھے۔

اگلے دن ناشتہ کرتے ہوئے مجھے ایک خیال آیا تو میں نے ابو سے پوچھا:

''ابو! علی اور کاشف جنازے میں آئے تھے؟''

ابو کچھ سوچنے لگے پھر انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے سخت صدمہ ہوا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے ایک خیال کے تحت کاشف کو فون ملایا۔

''میں علی بول رہا ہوں۔'' میں نے اپنی آواز حتی المقدور بدلنے کی کوشش کی، جس میں مجھے کافی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔

''ہاں بول۔'' کاشف نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یار وہ شاہ زیب کے جنازے میں نظر نہیں آئے تم؟''

''یار! میں نے کوشش تو کی تھی مگر میرے کزنز آ گئے تھے جن کے ساتھ مجھے نئی فلم دیکھنے سینما جانا تھا۔'' کاشف کی بات سن کر میرا خون کھول اٹھا۔

میں نے مزید کچھ کہے بغیر فون بند کر دیا۔

علی کو فون کیا تو وہ اپنی پھوپی کے لڑکے کی شادی میں شرکت کی وجہ سے جنازے میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ ان دونوں جگری دوستوں کی باتیں سن کر میرے دل پر جیسے کسی نے کند چھری پھیر دی تھی۔

مجھے احساس ہوگیا تھا کہ واقعی والدین کبھی اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے۔ آج مجھے کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوگئی تھی۔ اس حادثے نے مجھے ایک اور بہت بڑے حادثے سے بچا دیا تھا، جو قبر میں اترنے کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ننھے پہاڑی چرواہے کا ترانہ

نجمہ ثاقب

ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے
چپل دورنگی ”مورے“ وا خان سے لائی ہے
آج پہاڑوں پر سردی نے انت مچائی ہے
تیز چلو گھر میں لالہ نے آگ جلائی ہے
ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے

میں پختون، مرے چہرے پر غیرت کا لشکارا
میں بھی تجھے للکاروں گا جو تُو نے مجھے للکارا
کوہستان مرا گھر ہے میں پاکستانی، یارا
سونے جیسی بات مجھے یہ ابا نے سمجھائی ہے
ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے

شام سے پہلے بستی کے پیچھے جنگل کو جاتا ہوں
روز گلہری کے ننھے بچوں سے ہاتھ ملاتا ہوں
پھول اور کلیاں چن چن کر بھیڑوں کے ہار بناتا ہوں
چیڑ تلے، گینڈے کی میں نے، کھال بچھائی ہے
ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے

زرد، سنہری پھولوں سے کل جنگل دیکھو پیلا ہے
نیچے گھاس ہری ہے سر کے اوپر امبر نیلا ہے
چاندی جیسے چشموں کا پانی کیا خوب رسیلا ہے
چرواہے کے دل نے، ہر منظر سے خوشی کمائی ہے
ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے

لال شنیل کی کرتی پہنے، ساٹن کی شلوار
کبھی کھلائے شکر پارے، کبھی کرے تکرار
بھیڑوں کو ہنکا کر لے جاتی ہے جنگل پار
آگے آگے دوڑ رہی ہے جو، میری ماں جائی ہے
ٹوپی شیشوں والی ڈی آئی خان سے آئی ہے

☆☆☆

جنازے کی برکت

ثمینہ خان۔ میاں چنوں

ماما مجید نہایت نیک، ملنسار اور پکے نمازی تھے۔ ہر کسی کی خوشی غمی میں کام آنے والے تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان میں ایک بہت خاص خوبی تھی، وہ یہ کہ وہ جہاں کہیں جنازہ گزرتے دیکھتے، اس میں شریک ہوجاتے تھے۔ وہ حدیث پر عمل کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم کسی کے جنازے میں شرکت کریں گے تو کوئی ہمارے جنازے میں بھی شریک ہوگا۔ نجانے کس عمل کی برکت سے ہماری بخشش ہوجائے۔ ان کی اس عادت سے ان کے گھر والے کچھ نالاں تھے۔ وہ چاول چھولے کی ریڑھی لگاتے تھے، لیکن کسی کے جنازے کی خبر سنتے تو ریڑھی چھوڑ کر اس میں شرکت کے لیے چلے جاتے، پھر یہ ہوتا کہ پیسے رکھنے والا برتن ریڑھی سے غائب ملتا۔ جب گھر والے منع کرتے تو کہہ دیتے کہ اچھا اب نہیں جاؤں گا، مگر جہاں جنازہ دیکھتے، پھر چلے جاتے۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ملتان کی جامع مسجد الخیر میں فجر کے وقت فائرنگ ہوئی تھی۔ اس کے نتیجے میں تیس سے زائد نمازی شہید ہوگئے تھے۔ کوئی رکوع میں تھا کوئی سجدے میں۔ اچانک نامعلوم دہشت گردوں نے تڑاتڑ فائرنگ کر کے نمازیوں کو شہید کر دیا اور مسجد کی حرمت کو پامال کیا۔

انھیں شہداء میں ایک ماما مجید کے محلے کے ثمر صاحب بھی تھے۔ وہ بہت نیک تھے۔ فجر کے وقت چالیس گھروں کے دروازے بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے اٹھاتے تھے اور انھیں شہادت کی دلی تمنا تھی جو رب کائنات نے پوری کی۔ اس واقعے سے پورے ملتان پر قیامت ٹوٹی تھی۔ ماما مجید کے لیے بھی یہ خبر قیامت سے کم نہ تھی۔ ان دنوں ماما مجید سخت بیمار تھے حتیٰ کہ اشاروں سے نماز پڑھتے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے۔ قرآن مجید سینے پر رکھا رہتا اور ساتھ میں دینی کتب بھی رکھی رہتیں جن کا وہ مطالعہ کرتے رہتے تھے۔

جیسے ہی انھوں نے مسجد میں فائرنگ کی خبر سنی اور یہ کہ ثمر صاحب بھی شہید ہوگئے ہیں تو اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کلمہ طیبہ پڑھتے ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔ جس وقت مسجد کے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی جارہی تھی تو ماما مجید کے گھر والوں نے انھی شہداء میں ان کا جنازہ بھی رکھ دیا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ وہ ایک گول پلاٹ تھا جس میں جنازے رکھے تھے۔ اس کے چاروں طرف کی سڑکیں دور دور تک لوگوں سے بھری پڑی تھیں۔ کئی صفوں میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

سبحان اللہ! اس دن ان کے گھر والوں کو احساس ہوا کہ ان کی جنازوں میں شرکت کی عادت کتنی اچھی تھی۔ اس کی برکت سے انھیں شہداء کے ساتھ جگہ ملی اور اُن کی نمازِ جنازہ شہداء کے ساتھ پڑھی گئی جس میں لاکھ کے قریب لوگ شامل تھے۔ واقعی! اللہ پاک کسی کے نیک عمل کو ضائع نہیں کرتے۔

☆☆☆

جواہرات سے قیمتی

☆ کسی کی تعریف کو دماغ پر اور کسی کی تنقید کو دل پر کبھی سوار نہ ہونے دیں۔
☆ ایسی خوشی سے بچو جو دوسروں کو دکھ دے کر حاصل ہو۔
☆ جو شخص اپنے ہر کام کو پسند کرتا ہے، اس کی عقل میں خلل آجاتا ہے۔
☆ جب تک تیرا غرور اور غصہ باقی ہے، اپنے آپ کو نیک لوگوں میں شمار نہ کر۔
☆ اچھا دوست ایسے درخت کی مانند ہے جو سایہ بھی دے گا اور پھل بھی۔
☆ اختلاف کے باوجود کسی سے اچھے اخلاق سے پیش آنا کمزوری نہیں، بلکہ بہترین تربیت اور خاندانی ہونے کی دلیل ہے۔
☆ کامیاب انسان اپنی منزل کو پیش نظر رکھتے ہیں، رستے کی رکاوٹوں کو نہیں۔

(مرسلہ: شازیہ فدا حسین)

وہ شخص ہمت اور حوصلے کا پہاڑ تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کو مضبوط بنانا تھا۔ دینی مدرسے کا ایک طالب علم اتفاق سے اُس تک جا پہنچا، یوں شوق، لگن، جدوجہد اور عزم کے رنگین جذبوں سے سجی داستان زیبِ قرطاس ہوئی! ایک ایسے شخص کا تذکرہ جو دولت پر فن کو ترجیح دیتا تھا......!

ملاحظہ: اس سنسنی خیز سلسلے کی پہلی قسط ہزارویں شمارے اَلف نمبر میں شائع ہوئی تھی، اس کے بعد بوجوہ شروع نہ ہو سکی۔ اب ایک بار پھر ابتدا سے شروع کی جا رہی ہے۔

اُس نے ہاتھ بڑھا کر میرے سر سے ٹوپی اتاری اور غائب ہو گیا۔

میں سوچتا ہی رہ گیا کہ اُس کا کیا علاج کروں؟

اسکول چھوڑ کر جب مدرسے میں داخل ہوا تھا تو یہ معاملہ کئی مرتبہ پیش آ چکا تھا۔ گلی محلے میں بار ہا مذاق کا نشانہ بننا پڑتا۔

کوئی نام بگاڑتا، کوئی منہ بناتا اور کہتا: ''اُسے دیکھو! یہ ملاّ بن رہا ہے۔''

کوئی آواز لگاتا ''اوئے ملّے! تو بڑا ہو کر کمائے گا کیا اور کھائے گا کیا؟''

جنھیں میں دوست سمجھتا تھا، وہ مجھ سے اکتانے لگے، جن کے ساتھ گھنٹوں کھیلا کرتا تھا، وہ کترانے لگے۔

میں مدرسے میں کیا داخل ہوا گویا دنیا ہی بدل گئی۔

مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا لیکن شدید غصہ اُس وقت آتا، جب کوئی شرارتی سر سے ٹوپی اڑا لیتا۔ میں دبلا پتلا سا لڑکا تھا، کسی کا کیا بگاڑ لیتا؟ گلی محلے کے جھگڑوں اور لڑائیوں سے دور ہی رہتا، کبھی لڑائی ہوئی بھی تو بات دور تک نہیں گئی، لہٰذا جب ٹوپی اچھالی جاتی تو بہت غصہ آتا۔ لڑتا تو کیا لیکن یہ سمجھتا تھا کہ اُس نے میری نہیں دین کی توہین کی ہے۔ لڑکپن یعنی جوانی کے آغاز میں انسان بس ایک 'حیوانِ جذبات' ہوتا ہے، وہ غصے اور جذبات میں جو سوچتا ہے، اُسے ٹھیک سمجھتا ہے۔

میں نے ہانپتے کانپتے قرآن پاک حفظ کیا اور دینی تعلیم کی اگلی منزل کی جانب چل پڑا۔

جس سال میری زندگی کے اِس نئے سفر کا آغاز ہوا، اسی برس موسم بہار میں افغانستان کے افق پر سفید پرچم لہراتے طالبان نمودار ہوئے۔ اُن دنوں مجھ جیسے ہزاروں جذباتی نوجوانوں کو ایک عظیم اسلامی ریاست کا خواب پورا ہوتا دکھائی دینے لگا۔ طالبان کی پے بہ پے فتوحات کی خبروں نے میرے نزدیک ملا کا مفہوم بدل ڈالا تھا لیکن، معاشرہ جوں کا توں تھا۔ معاشرے میں 'ملا' کا لفظ ابھی تک ایک گالی تھا، اسی لیے جب کوئی مجھے طنزیہ لہجے میں ملا کہتا تو طبیعت میں خوامخواہ ایک ابال اٹھتا۔ جی چاہتا کہ کہنے والے کا منہ توڑ دوں، لیکن ''الا کل ما یتمنی المرء یدرکہ'' یعنی انسان کو ہمیشہ وہ چیز نہیں ملتی جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔

یہ بات بعد میں سمجھ آئی کہ منہ توڑنے کے لیے تمنا کافی نہیں ہوتی، مکا مارنا پڑتا ہے اور مکا مارنے سے پہلے مکا برداشت کرنا اور مارنا سیکھنا پڑتا ہے۔

اُس دن کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ کالج کے کچھ نوجوانوں نے ''مولوی'' سمجھ کے میرا بہت مذاق اڑایا، میری خوب بے عزتی ہوئی۔

میں مدرسے پہنچا تو اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔

''کیا ایسا ممکن ہے کہ لوگ مدرسے کے طالب علم کے ساتھ برا سلوک نہ کریں؟ ایسا کیا عمل کیا جائے کہ لوگ دین کے طالبِ علم کو کم از کم ایک انسان جیسی عزت تو دیں! کیا اِن لوگوں کے دلوں میں دین کی کوئی عزت نہیں۔ انھیں کیسے سمجھایا جا سکتا ہے؟ کیا ایسے لوگوں کا کوئی علاج ہے؟''

مجھے اِن سوالوں کے جواب دینے والا کوئی بھی نہیں تھا، اِس لیے جواب میں نے خود ہی سوچا اور جواب تھا:

”خالی ہاتھ لڑائی کے فن میں مہارت، یعنی مارشل آرٹ۔“

سورج دن کا آدھے سے زیادہ سفر طے کر چکا تھا،لیکن میرا غصہ عروج پر ہی تھا۔ میں مدرسے کے ہال میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ سونا چاہتا تھا لیکن دل سے اٹھتی ہوئی تپش دماغ کو بھی گرما رہی تھی۔ میرے قریب ہی عبدالمجید بھائی نیم دراز تھے۔ وہ عمر میں مجھ سے بڑے، قد میں ذرا سے چھوٹے اور علم میں بہت آگے تھے۔ نفیس مزاج، شائستہ اطوار اور مطالعے کے دھنی عبدالمجید بھائی، مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ سے بے حد محبت کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ مدرسوں میں جدید علوم بھی پڑھائے جائیں۔ میں اُن کا دل سے احترام کرتا تھا، وہ میری بے چینی بھانپ گئے، کہنے لگے:

”کیا بات ہے؟ کچھ بے چین لگ رہے ہو؟“

میں نے ساری داستان سنادی، مسکرانے لگے: ”تو کوئی حل بھی سوچا؟“

”میں مارشل آرٹ سیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے علم میں کوئی اچھا کلب ہے؟“

یہ سن کر عبدالمجید بھائی ذرا سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

”ارے میں تمھیں ملک کے سب سے بہترین کلب میں لے جاؤں گا۔ دنیا کے مختلف ملکوں کے نوجوان وہاں سیکھتے ہیں۔ جن کا کلب ہے، اُن کے بیٹے میرے دوست ہیں۔ زبردست لڑاکا ہیں۔ تم نے اُن سے فن سیکھ لیا تو کمال ہو جائے گا تو پھر کب چل رہے ہو؟“

مجھے یوں محسوس ہوا، گویا میں ہوا میں اڑنے لگا ہوں۔

”یہ کلب کہاں ہے؟“

”ہمارے علاقے سے نزدیک ہی ہے، گزری میں۔ ایسا کرو جمعے کی صبح پہنچ جاؤ، داخلہ کروادوں گا۔“

عام دنوں میں کلب جانا مشکل تھا۔ مدرسے کا وقت صبح سے شام تک تھا، اس لیے جمعے کا دن ہی اِس کام کے لیے موزوں ٹھہرا۔

☆......☆

انعام مارشل آرٹ کلب میں میری پہلی ملاقات ہدایت اللہ خان سے ہوئی۔ عبدالمجید بھائی نے انھی کو اپنا دوست کہا تھا۔ میں نے دیکھا، موصوف کی تو کلائی ہی میری پنڈلی سے زیادہ چوڑی ہے، کسی گوریلے کی طرح کے مضبوط ہاتھ، بڑے بڑے پیر جیسے پھاوڑے ہوں۔ چٹان جیسا سینہ اور آنکھوں اور چہرے سے قوت اور مستعدی کا اظہار، البتہ آنکھیں اِس وقت کچھ خوابیدہ سی محسوس ہوتی تھیں۔ ماسٹر ہدایت اللہ کے چہرے پر مکمل ڈاڑھی سج رہی تھی۔ عبدالمجید بھائی نے میرا تعارف کروایا تو ہدایت اللہ خان اپنی جگہ سے اٹھ کر ملے، گلے لگایا، مجھے محسوس ہوا، لکڑی، ربڑ، اسٹیل اور تھوڑی بہت مٹی سے بنے انسان نے مجھے دبوچ لیا ہے۔

ماسٹر کی طرف سے ملنے والی عزت افزائی نے کلب اور اُس کے ماحول سے متعلق مجھے مطمئن کر دیا تھا۔ ماسٹر مجھے ایک اچھے انسان محسوس ہوئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کلب میں تو ہم رہیں گے مگر یہ سکھائیں گے کیا؟

ماسٹر ہدایت اللہ خان، اِس وقت بالکل جوان تھے۔ بوڑھے تو وہ اب بھی نہیں ہوئے، لیکن جب میں اُن سے پہلی مرتبہ ملا تھا، وہ ماسٹر نہیں کہلاتے تھے۔ اب وہ ماسٹر ہیں، مارشل آرٹ سکھاتے ہیں۔ نو آموز ہی نہیں، اچھے خاصے سیکھے ہوئے لڑکے اُن سے جب سیکھ کر گھر آتے ہیں تو انھیں معلوم ہوجاتا ہے کہ کسی واقعی ماسٹر نے کچھ سکھایا ہے۔ اُن کے والد نے بیالیس برس قبل کہا تھا:

مسکراہٹ کے پھول

سائرہ صفدر خان۔ پیپلاں

☆......ایک دھوکے باز شخص نے یہ مشہور کر دیا کہ جو شخص اسے ایک ہزار روپے دے گا وہ اسے جنت کا ٹکٹ دے گا۔ جواب میں جاہل لوگوں نے اس کے پاس بے تحاشا پیسے بھیجے۔ ایک دن وہ اپنے کمرے میں دولت کا حساب کر رہا تھا کہ کھڑکی سے ایک شخص داخل ہوا اور ریوالور نکال کر بولا، ”خبردار ساری دولت میرے حوالے کر دو ورنہ...... اگر تم نے مجھے لوٹا تو سیدھا جہنم میں جاؤ گے۔“ دھوکے باز نے کہا۔ ”ناممکن!“ وہ شخص مسکرا کر بولا۔ ”میں نے پہلے ہی تم سے جنت کا ٹکٹ خرید رکھا ہے۔“

☆......گاؤں سے ماں اپنے بیٹے سے ملنے شہر گئی۔ باتوں باتوں میں بولی۔ ”کوئی خاص بات ہو تو فون کر لیا کرو بیٹا۔“

”امی!“ بیٹے نے حیرت سے کہا۔ ”آپ کے ہاں تو فون نہیں ہے۔“

”میرے ہاں نہیں ہے تو کیا ہوا؟“ ماں نے جواب دیا۔ ”تمہارے پاس تو ہے۔

☆......ایک صاحب چھلکے سمیت کیلا کھانے لگے۔

کسی نے انھیں ٹوکا ”اسے چھیل تو لیں۔“

وہ بولے: ”چھیلنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے معلوم ہے اس کے اندر کیا ہے؟“

☆......کرائے دار نے مالک مکان سے کہا: ”خدا کے لیے اس سال تو کھڑکیوں میں پٹ لگوا دیجیے۔ میں کمرے میں بیٹھتا ہوں تو تیز ہوا سے بال بکھر جاتے ہیں۔

مالک مکان نے کرائے دار کے دیئے کرائے میں سے دس روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا اتنا خرچہ کرانے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ کسی حجام سے اپنے بال کٹوالیں۔

☆......ایک ریستوران میں کوئی صاحب کھانا کھا رہے تھے پلیٹ میں سے مرا ہوا چوہا نکلا۔ وہ چیخ کر بیرے کو بلانے لگے۔

”دیکھو یہ کیا ہے؟“

بیرا: (جھک کر) ”سر! آہستہ بولیں ورنہ دوسرا گاہک بھی مانگے گا، کیوں کہ ہمارے پاس ایک ہی تھا۔“

☆......بیوی (شوہر سے) ”یوم آزادی کب آرہا ہے؟“

شوہر: ”جس دن تم میکے جاؤ گی۔“

☆......فقیر (خاتون سے) ”اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔“

خاتون: ”ابھی کھانا نہیں بنا ہے۔“

فقیر: ”اچھا باجی! میرا موبائل نمبر لکھ لو، کھانا بن جائے تو مس کال دے دینا۔“

☆☆☆

''مارشل آرٹ کے لیے جو کام میں نہیں کر سکا، وہ میرا بیٹا کرے گا۔''

اور ماسٹر ہدایت اللہ خان نے اپنے والد کی اِس بات کو فراموش نہیں کیا۔

ماسٹر ہدایت اللہ خان اُس وقت سینسی کہلاتے تھے۔ وہ بلیک بیلٹ سیکنڈ ڈان تھے۔ جاپان میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی مقابلوں میں انعامات جیت چکے تھے۔ ملک میں بھی کئی مقابلے انھوں نے جیتے تھے۔ گرینڈ ماسٹر باقر چنگیزی ایک مقابلے میں اُن کی ضرب سے بے ہوش گیا تھا۔ کلب میں مشہور تھا کہ سینسی ہدایت اللہ کی لات اُن کی آواز کان میں پڑنے سے پہلے کنپٹی کا مزاج پوچھ لیتی ہے۔ کالج کی زندگی میں بھی ہدایت اللہ خان نے کئی لڑائیاں جیتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک قوم پرست تنظیم کے لڑکوں نے انھیں 'مولوی' سمجھ کر گھیر لیا اور نمونۂ عبرت بنانے کی کوشش کی، لیکن الٹا انہی کے پرزے اڑ گئے۔ تماشا بنانے والوں کا تماشا بن گیا۔

میں اگلے جمعے کی صبح اُن کی کلاس میں تھا۔ دو گھنٹے ورزش ہوئی۔ خوب لاتیں مکے چلے۔ میری سمجھ میں تو ذرّہ برابر کچھ نہ آیا کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟

ہونقوں کی طرح اِدھر اُدھر تاکتا جھانکتا رہا۔ الٹے سیدھے ہاتھ، پیر گھماتا رہا۔ میرے قریب ہی ایک بہت تندرست، مضبوط بدن جوان، جس کے پُرگوشت بدن پر پٹھے اور مسل تڑپ رہے تھے، ورزش میں مصروف تھا۔ میں سوچ رہا تھا، یہ بھی کسی سانڈ سے کم نہیں ہے۔ انکل اشتیاق احمد کے ناولوں میں موجود کسی مجرم جیسا لگتا ہے۔ لکڑی کے کسی دروازے کو تو یہ کندھے کی ایک ہی ٹکر سے اڑا دے گا۔

کلاس کا اختتام ''سکھائی کے مقابلوں'' پر ہوا۔

دو دو لڑکے آمنے، سامنے کھڑے ہو جاتے۔ سینسی ہدایت اللہ خان اُن کے درمیان کھڑے ہو کر کچھ ناقابلِ فہم کلمات کہتے۔ ہر کلمے پر لڑکوں کی جسمانی حرکات، پینترا اور انداز چہرے کے تاثرات کے ساتھ ساتھ بدلتے، پھر سینسی زور سے کچھ کہتے اور دونوں لڑکے بڑی ہی سنجیدگی اور غصے کے عالم میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔ دونوں ہی مکّا مک اور لاتوں لات ہو جاتے۔

پھر سینسی زور سے کوئی جناتی لفظ کہتے تو دونوں ہی ٹھٹک کر یوں رک جاتے، جیسے چابی سے چلنے والے کھلونوں کی یکدم چابی ختم ہو گئی ہو۔ یعنی لڑائی پل بھر میں ختم ہو جاتی۔ جنگ کی جگہ دوستانہ فضا قائم ہو جاتی، دونوں آپس میں ہاتھ ملاتے، گلے ملتے اور یوں چل دیتے جیسا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

میں دیکھ رہا تھا کہ ابھی تک جاسوسی ناولوں کی طرح کوئی لڑکا فضا میں بلند نہیں ہوا۔ کسی نے لمبی سی چھلانگ بھی نہیں لگائی اور کسی نے پرندے کی طرح یا مرغے کی مانند ہی ہوا میں اڑ کر دوسرے کے سینے پر لاتیں نہیں جمائیں، یعنی دوسرے کو خاک نہیں چٹائی۔

اِسی دوران میں اچانک ہدایت اللہ خان نے خود مقابلے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ ایک تربیتی مقابلہ ہی تھا، انھوں نے پکارا: ''نیک شاہ! آجاؤ سامنے......!''

یہ سن کر وہی بھاری تن و توش اور مضبوط جسم کا جوان سامنے آ گیا جو انکل اشتیاق احمد کے ناولوں کا مجرم کردار لگ رہا تھا۔

اب پتا چلا کہ وہ 'نیک' ہے۔ سینسی کے میدان میں آنے سے امید ہوئی کہ اب نئے مناظر سامنے آئیں گے۔ ایسے مناظر جو ناولوں میں دکھائی دیتے ہیں، جو ریسلنگ میں نظر آتے ہیں۔ نیک بھی کم نہیں لگ رہا تھا۔ مقابلہ شروع ہوا، استاذ اور شاگرد دونوں ہی ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ تقریباً ایک منٹ تک یہ مقابلہ جاری رہا، پھر یکدم ہدایت اللہ خان کی لات حرکت میں آئی لیکن صرف جھلک، شاید پلک جھپکنے کا عرصہ لگا ہوگا۔ نیک دونوں ہاتھ منہ پر رکھے زمین پر بیٹھ گیا۔ اُس کے دائیں ہاتھ پر خون دکھائی دیا، جو یقیناً اُس کے منہ سے نکل رہا تھا۔ کیوکشن کراٹے کے اصول کے مطابق درد کا اظہار کرنے کی وجہ سے وہ مقابلہ ہار چکا تھا۔ ویسے تو یہ مقابلہ تھا ہی نہیں، لیکن اصول کی رو سے سکھائی کا یہ مقابلہ وہ ایک لات کی ضرب سے ہارا تھا جو پلک جھپکنے کی دیر میں اُس کے چہرے سے ٹکرا کر واپس ہوئی تھی۔

یہ کیوکشن کراٹے سے میرا پہلا تعارف تھا۔

پہلی کلاس کے بعد ہدایت اللہ خان نے لسی اور پراٹھے کے ساتھ تواضع کی۔

ناشتے کے دوران میں انھوں نے پوچھا: ''کلاس کیسی لگی؟''

''کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔''

''اچھا، اسٹانس وغیرہ سمجھ میں نہیں آئے ہوں گے۔ اگلی کلاس میں آؤ گے تو میں ثناء اللہ سے کہہ دوں گا، وہ سمجھا دے گا۔''

''ایک بات اور بھی سمجھ میں نہیں آئی۔''

''وہ کیا......؟''

''مقابلوں میں چھلانگیں نہیں تھیں۔ آپ میں سے کوئی اڑا بھی نہیں۔ سنا تھا کہ مارشل آرٹ والے اڑ اڑ کر لڑتے ہیں۔''

ہدایت اللہ خان کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''ہمارا انداز الگ ہے۔ ہم جسم کو مضبوط بناتے ہیں۔ اسٹیل باڈی بن جاتی ہے۔''

''یہ انداز آپ نے کہاں سے سیکھا؟ کس نے سکھایا؟''

''یہ میرے والد صاحب نے جاپان سے سیکھا تھا۔ یہ جاپانی طریقہ ہے۔ والد صاحب کو کلب میں سب سی ہان کہتے ہیں۔ یہ مارشل آرٹ میں اُن کا درجہ ہے، جیسا کہ علما میں مفتی ہوتا ہے یا کالج میں پروفیسر۔''

یہ پہلا موقع تھا، جب ''سی ہان'' کا لفظ میرے کان میں پڑا۔

مدرسے میں یہ بات عبدالمجید بھائی کو بتاتے ہوئے میں نے اُن سے پوچھا:

''یہ سی ہان کیسے آدمی ہیں؟''

''میرا تعلق تو ہدایت بھائی سے ہے۔ اُن کے والد سے بہت کم آمنا سامنا ہوتا ہے۔ اُن کا بڑا رعب ہے۔ کلب میں بھی سب اُن سے ڈرتے ہیں۔ سنا ہے جوانی میں بہت خطرناک تھے۔ کوئی اُن سے مقابلہ نہیں کر پاتا تھا، اب بھی خطرناک ہیں۔''

''اب کیوں؟''

''وہ پورے پاکستان میں کیوکشن کراٹے اسٹائل کے چیف ہیں، پھر وہ ذرا غصے کے تیز بھی ہیں۔ سنا ہے، جب وہ کلاس لیں تو لڑکوں کی جان نکال دیتے ہیں، لیکن آج کل زیادہ تر اپنے دفتر میں رہتے ہیں۔''

یہ سی ہان انعام اللہ خان کا دوسرا تعارف تھا۔ وہ صبح کلب نہیں آتے تھے۔ اُن کا وقت شام کا تھا۔ میں شام کی ایک ہی کلاس میں آتا تھا۔ اُس وقت وہ اپنے دفتر ہی میں ہوتے تھے، لہٰذا تعارف اور ملاقات کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا، لیکن قدرت جو چاہتی ہے، اُس کے لیے راستہ خود ہی ہموار کر دیتی ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

99

میرِ حجاز

اُونٹ کی نکیل تھامے نوجوان آگے آگے چل رہا تھا۔ عام راستے سے ہٹ کر ٹیلوں کے درمیان سے لمبا چکر کاٹ کر وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُونٹ پر بیٹھی خاتون اپنی گود میں بیٹھے چھوٹے بچے کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک نوجوان نے اُونٹ روک دیا اور چوکنا ہو کر کھڑا ہو گیا جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''کیا بات ہے ابوسلمہ؟'' خاتون نے نوجوان سے پوچھا۔

''اگر مجھے غلطی نہیں لگ رہی تو وہ تمھارے خاندان والے ہیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''اب کیا ہوگا؟''

''جو اللہ کو منظور ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم فی الحال یہیں رکے رہیں۔''

یہ نوجوان صحابیِ رسول ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اونٹنی پر ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا!

تھوڑی ہی دیر میں دو اُونٹنیوں پر سوار چند افراد ان کے سر پر پہنچ چکے تھے۔

قریش مکہ اسلام کے خلاف اپنی عداوت اور ہٹ دھرمی پر قائم تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ کے ساتھ بھی ان کے اہل خاندان نے ناروا سلوک جاری رکھا۔ نبوت کے تیرہویں سال انصار مدینہ کی بیعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینے آنے کی دعوت سے ستم رسیّدہ مسلمانوں کے لیے امن و آزادی کا ایک دریچہ کھل گیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مدینہ جانے کے لیے ہجرت کی اجازت دے دی، چنانچہ اہل مکہ کے ستائے ہوئے مسلمان ایک ایک دو دو چھپ کر مدینے کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ انہی ابتدائی ایام میں سب سے ایک دن حضرت ابوسلمہ بھی اپنی بیوی اور بچے کے ہمراہ خاموشی سے عازم مدینہ ہوئے لیکن ان کے خاندان کے لوگ ان سے غافل نہ تھے۔ ویسے بھی دونوں میاں بیوی اس سے پہلے بھی حبشہ کو ہجرت کر چکے تھے۔

جونہی مکہ میں دونوں میاں بیوی کی غیر موجودگی محسوس کی گئی، اُم سلمہ کے خاندان والے ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور انھیں وادی ابطح میں آ گھیرا:

''اے ابوسلمہ! تم جہاں جانا چاہتے ہو، جاؤ لیکن ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ہماری بیٹی تمھارے ساتھ در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرے۔''

یہ کہتے ہوئے دو سوار اُونٹ سے نیچے اتر آئے۔

''اُم سلمہ میری بیوی ہے، میں اسے جہاں لے جانا چاہوں، لے جا سکتا ہوں۔''

ابوسلمہ نے اپنے سسرال والوں کو جواب دیا۔

''یہ بنی مغیرہ کا فیصلہ ہے کہ اُم سلمہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔'' یہ کہتے ہوئے انھوں نے اُم سلمہؓ کے اُونٹ کی مہار تھام لی۔

حضرت ام سلمہ حیران و پریشان یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ ابوسلمہ غصے سے کانپ رہے تھے لیکن وہ خود پر ضبط کر رہا تھے۔

''اب تم جا سکتے ہو۔''

بنی مغیرہ کے شتر سواروں نے ابوسلمہ کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اختر حسین عزمی

جب وہ ام سلمہ کی اُونٹنی کو موڑ کر مکے کی طرف چلنے لگے تو ابوسلمہ نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا: ''اُم سلمہ! اسلام پر قائم رہنا! اللہ ضرور تمھاری مدد کرے گا۔''

''مطمئن رہیے سرتاج! اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی، فی امانِ اللہ۔''

بیوی نے پورے عزم سے کہا۔

''فی امانِ اللہ!'' ابوسلمہ نے دکھی دل کے ساتھ کہا اور یثرب کی طرف اپنا رُخ کر لیا۔

ابوسلمہ کو روانہ ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ابوسلمہ کے خاندان والے بھی آ گئے۔

انھوں نے جب دیکھا کہ اُم سلمہ کے خاندان والے اپنی بیٹی اور اس کے بچے سلمہ کو ابوسلمہ سے چھین کر لے آئے ہیں تو انھوں نے اُم سلمہ کے خاندان بنی مغیرہ سے کہا:

''تم نے ہمارے لڑکے سے اپنی لڑکی کو چھین لیا ہے تو بنی اسد بھی اپنے خون کو تمھارے پاس نہیں رہنے دیں گے۔''

یہ کہ کر ابوسلمہ کے خاندان والے اُم سلمہ سے اس کے بچے سلمہ کو چھیننے لگے۔

ام سلمہ نے دہائی دی کہ بچہ اس سے نہ چھینا جائے مگر بنی اسد خاندانی عصبیت میں کسی قسم کی رحم دلی کے روادار نہ تھے۔

اس چھینا جھپٹی میں بچے کا ہاتھ اتر گیا۔ وہ زور زور سے بلبلانے لگا لیکن کسی کو بھی اس بات کا احساس نہ تھا کہ معصوم بچے اور ماں پر کیا بیت رہی ہے۔

حضرت ام سلمہ کے میکے والوں نے ان سے ان کے شوہر کو جدا کر دیا اور ان کے سسرال والوں نے ان سے بچہ بھی چھین لیا۔ ان کی ممتا دو خاندانوں کی جاہلی عصبیت اور انا کی بھینٹ چڑھ گئی۔ وہ اپنے گھر میں تنہا، بے بس اور لاچار رہ گئیں۔ محبوب شوہر سے جدائی ہی کیا کم تھی کہ ظالموں نے ان کی تنہائی کا واحد سہارا، ان کا لختِ جگر بھی لے لیا تھا۔ اب گویا دینِ حق کی خاطر تینوں، باپ، بیٹا اور بیوی جدائی کی آگ میں سلگ رہے تھے۔

اُم سلمہؓ بچے اور شوہر کی یاد میں بے قرار ہو کر روزانہ صبح وادیٔ ابطح کے اس ٹیلے پر بیٹھ جاتیں جہاں اس نے اپنے شوہر کو وداع کیا تھا۔

سامنے وہ منظر گھوم جاتا جب انھیں ان کے شوہر اور بچے سے زبردستی جدا کیا گیا تھا۔ اپنی بے بسی کا احساس، ممتا کا جذبہ اور محبوب شوہر سے جذباتی لگاؤ آنکھوں سے آنسو بن کر بہنے لگتا۔

دل کی ہوک دل فگار اشعار میں ڈھل کر زبان پر آ جاتی۔ صبح سے شام تک یہی معمول بن گیا تھا۔ دن اور پھر مہینے اسی سوز و ساز اور پیچ و تاب میں گزرتے رہے۔

(جاری ہے)

جادو کا رنگ کہاں گیا؟

احمد کمال

نجمی میرا بہت قریبی دوست تھا۔ پڑھائی اور کھیل میں ہمیشہ میرے ساتھ رہتا۔ یہاں تک کہ ہماری شرارتیں بھی آپس میں مشوروں سے انجام پاتیں۔

میرے ماموں زاد بھائی انجم جو ہم دونوں سے عمر میں بڑے تھے، ہماری دوستی تو ان سے بھی تھی لیکن اتنی نہیں کہ انھیں ہر معاملے میں شریک کیا جائے۔ انجم بھائی تھے بھی بہت سر چڑھے اور مغرور۔ لاڈلے کچھ زیادہ تھے لہٰذا ان کی اکثر ضدیں پوری کر دی جاتی تھیں۔ کھیل کی نت نئی چیزیں لاتے اور ہمیں دکھا کر چڑاتے رہتے۔ ایک بار ایک بوتل لائے جس میں جامنی رنگ بھرا ہوا تھا۔ ہمیں دکھا کر بولے:

"دیکھو یہ جادو کا رنگ ہے۔"

"وہ کیسے؟" ہم نے سوال کیا۔

"ادھر آؤ۔" انجم بھائی نے ہمیں اپنے قریب بلایا۔

نجمی اور میں ان کے قریب گئے۔ انھوں نے بوتل کھولی اور جھٹ سے کچھ رنگ ہم دونوں کے کپڑوں پر ڈال دیا۔

رنگ پڑنا تھا کہ میں نے اور نجمی نے رونا شروع کر دیا۔ ہمارے کپڑے جو خراب ہو گئے تھے۔ انجم بھائی بڑی ڈھٹائی سے ہنس رہے تھے اور کہتے جاتے۔

"ارے کچھ نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔"

ہمیں فکر تھی کہ گھر گئے اور مار پڑی، لیکن چار پانچ منٹ کی اس کہاسنی کے دوران میں ہمارے کپڑوں سے رنگ غائب ہو چکا تھا اور ہمارے کپڑے پہلے کی طرح صاف تھے۔ بڑی حیرت ہوئی اور اپنے رونے پر شرمندگی بھی۔

"انجم بھائی! یہ تو سچ مچ جادو کا رنگ ہے۔ آپ کہاں سے لائے ہیں؟ ہمیں بھی دلا دیں ناں۔" ہم دونوں نے بڑے خوشامدانہ انداز میں سوالات کر ڈالے۔

انجم بھائی تو اب اور اکڑ گئے۔

"یہ ایک جن کا فارمولا ہے، یہاں تو ملے گا بھی نہیں۔"

"تو پھر تھوڑا سا رنگ ہی دے دیں۔"

نجمی نے انجم بھائی سے درخواست کی جو مسترد کر دی گئی۔ ہم دونوں اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ بہرحال صبر کیا لیکن یہ تہیہ کر لیا کہ انجم بھائی کو ان کے غرور کا مزہ ضرور چکھانا ہے۔

☆......☆

جمعے کا دن تھا۔ بارہ بجے کے قریب ناصر ماموں، جو انجم بھائی کے چچا ہوتے تھے، سفید کرتا، پاجامہ زیب تن کیے بڑی شان کے ساتھ نانا جان کے پاس برآمدے میں آ کر بیٹھ گئے۔ بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔ انجم بھائی بڑی شوخی کے ساتھ آئے اور اپنی جادو کی بوتل سے جامنی رنگ ناصر ماموں کے کپڑوں پر چھڑک دیا۔ ناصر ماموں بڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ غصے سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ چیخ کر بولے:

"نالائق یہ کیا حرکت ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" انجم بھائی کے چہرے پر اطمینان تھا اور وہی شوخ مسکراہٹ۔ انھیں یقین تھا کہ اب چند منٹوں میں یہ رنگ ہوا ہو جائے گا تو سب ہنسیں گے اور ناصر ماموں شرمندہ ہوں گے۔

ادھر ناصر ماموں بڑی مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کر رہے تھے مگر نانا جان بہت غصے میں آ گئے کہ یہ کیا بدتمیزی کی۔

اب انجم بھائی تھوڑا گھبرائے اور انتظار کرنے لگے کہ جلد از جلد کچھ منٹ گزر جائیں۔

مگر پانچ چھے منٹ گزرنے کے بعد بھی جب رنگ اپنی جگہ جمع رہا تو انجم بھائی کے چہرے کا رنگ اڑنا شروع ہو گیا۔

آخر ضبط کی بھی انتہا ہوتی ہے، آخر نانا جان کا ایک بھرپور چانٹا انجم بھائی کے رخسار پر پڑا اور پھر ان کی آنکھوں سے گنگا جمنا رواں ہو گئی۔

انجم بھائی حیران تھے کہ ایسا تو کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کا جادو کہاں گیا؟ ناصر ماموں بھی انھیں مستقل برا بھلا کہے جا رہے تھے اور اب تو وہ سبھی گھر والوں کی ڈانٹ سن رہے تھے۔

نانی جان نے آتے ہی سنائی: "ارے بچے تو دیوانہ ہو گیا ہے کیا؟ یہ کیا کیا تُو نے؟ یہ تجھے سوجھی کیا تھی؟"

"آنے دو تمھارے ابو کو آج وہی تمھارے شوق پورے کریں گے۔"

ممانی جان بھی آ گئیں۔ غرض یہ کہ چاروں طرف سے بوچھاڑ پڑ رہی تھی۔

ادھر میں اور نجمی اپنی کارکردگی پر خوش تھے۔

ایسا کیسے ہوا؟

ہم دونوں نے اس جادو کے رنگ کی خالی بوتل حاصل کی۔ دوا نے کا پکا جامنی رنگ لا کر بوتل میں بھر کر کسی طرح انجم بھائی کی بوتل سے بدل دیا، پھر جو کچھ ہوا وہ تو آپ سن ہی چکے ہیں۔ انجم بھائی کو آج تک یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ اس جادو کے رنگ کا جادو کہاں گیا۔ اگر اب آپ میں سے کسی نے بتا دیا تو ہماری خیر نہیں۔

☆☆☆

درود وسلام کے مسنون صیغے (۱۵)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد السعید" کے نام سے صلوٰۃ وسلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: "جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔"

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود وسلام کا ایک صیغہ پیش کیا جارہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروائیے۔ اس طرح درود وسلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر از روئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا پندرھواں صیغہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ.

سلام کا پندرھواں صیغہ:

بِسْمِ اللّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ.

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۱۲

زکوٰۃ

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۞ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۞

(سورۂ معارج، آیت نمبر 24، 25)

مفہوم: اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے۔ سوالی اور بے سوالی کا۔

حدیثِ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ۔

مفہوم: زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مالوں کی حفاظت کرو۔ (معجم کبیر)

مسنون دعا:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي. اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَ آمِنْ رَوْعَاتِي، اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي.

مفہوم: اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت میں عفو اور عافیت کا طالب ہوں، اے اللہ! میں آپ سے اپنے دین و دنیا اور اپنے اہل و مال میں معافی اور عافیت کا طالب ہوں، اے اللہ! میرے عیوب چھپا دیجیے، میرے دل کو مامون کر دیجیے، اور میرے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اور اوپر سے میری حفاظت فرمائیے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں نیچے سے ہلاک کیے جانے سے۔"

فضیلت:

ہر قسم کی عافیت اور حفاظت حاصل کرنے کے لیے صبح و شام ایک مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر یہ دعا کبھی بھی نہیں چھوڑی ہے۔ ہر قسم کی عافیت کا نبوی نسخہ ہے۔ (ابوداؤد)

فقہی مسئلہ:

جس عاقل بالغ مسلمان کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت آجائے اور اس پر پورا ایک سال گزر جائے تو اس پر فرض ہے کہ اپنے کل مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر کسی مستحق کو ادا کرے۔ اور اگر کسی کے پاس سونے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو تو ساڑھے سات تولہ سونے سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

(بدائع الصنائع)

***

آپ کتنے پانی میں ہیں؟

۲۶

درج ذیل سوالات کے جوابات سوچیے، پھر انھیں ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لیں۔ اگلے ہفتے کے شمارے میں جوابات شائع ہوں گے تو اس سے اپنے جوابات ملا لیجیے۔

آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں!

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی مرتبہ حج کیا؟

(۲) پہلی جنگ عظیم کے دوران کس عالم دین نے انقلابی تحریک کا آغاز کیا تھا؟

(۳) بتائیے نمازِ کسوف کب پڑھی جاتی ہے؟

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کتنے خچر تھے؟

(۵) شبنم کس طرح بنتی ہے؟

☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۱۰۸ میں 'منبر ایوبی' کمال کی کہانی تھی۔ جاوید بسام اپنی کہانی میں پھر سے خرگوش کو سبق سکھاتے نظر آئے۔ 'اس دن کیا ہوا تھا' سبق آموز کہانی تھی۔ ننھے معاذ کی ڈائری پڑھ کر دل سے معاذ کے ابوجان کی رہائی کے لیے دعا نکلی۔ (میر محمد بن عاصم حفیظ میر۔ لاہور)

ج: جی ہاں! اپنے ان مظلوم بھائیوں اور چچاؤں کو جو ناکردہ جرم کی سزا کاٹ رہے ہیں، مسلسل دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے۔ یہ بھی مظلوموں کے ساتھ تعاون اور مدد کا ایک بہت اہم طریقہ ہے۔

☆ شمارہ ۱۱۰۹ حسبِ معمول آخر سے کھولا۔ آمنے سامنے میں اپنا خط دیکھ کر خوشی ہوئی لیکن جواب دیکھ کر تو خوشی دوبالا ہوگئی۔ اس کے بعد دستک والا صفحہ کھولا۔ قرآن وحدیث پڑھنے کے بعد دستک پڑھی۔ اس کے بعد اپنا گھر پڑھی۔ سبق آموز کہانی معلوم ہوئی۔ 'میر حجاز' پڑھ کر دل غمگین ہوگیا۔ بدن سلسلہ ہم نہیں پڑھتے۔ 'اونٹ رے اونٹ' کی پہلی قسط ہی شاندار تھی۔ 'جواہرات سے قیمتی' بہترین تھے۔ لیکن نام غائب تھا۔ انار کے بارے میں پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا۔ غرض پورا شمارہ ہی شاندار تھا۔ (حفصہ صفدر، ماہ نور قاسم۔ کبیر والہ)

ج: مگر کیوں نہیں پڑھتے؟ ہمارے ابدان اللہ جل شانہ کی نہایت شاہکار تخلیق ہے، بلکہ کہا جائے کہ روح کے بعد ہمارے جسم انسانی بھی کائنات کی سب سے زیادہ شاندار تخلیق ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس بابت پڑھتے ہوئے ہم تو بہت حیران رہ جاتے ہیں۔ کائنات اور ہمارے بدن بابت نت نئے انکشافات ہمارا ایمان تو بہت بڑھاتے ہیں۔

☆ واہ جناب وا! شمارے ایک کے بعد ایک شاندار آ رہے ہیں۔ اتنی اچھی کہانیاں اور مضامین کہ ایک ہی نشست میں شمارہ ختم کیے بنا رہا نہیں جاتا۔ شمارہ ۱۱۰۹ میں آپ کی دستک پڑھی اور جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ کے لیے ایصال ثواب کیا اور جناب اسامہ سرسریؔ کے نئے سلسلے کی بابت پڑھا۔ اس شمارے کی اول نمبر کہانی علی اکمل تصور کی ''اپنا گھر'' تھی۔ چیونٹیوں اور سانپ کی کہانی، جس سے فلسطین کی بے مثال جدوجہد کی شاندار منظر کشی کی گئی۔ ان دنوں بھی بظاہر معمولی چیونٹیوں نے اپنے گھر کی حفاظت کرتے ہوئے ایک اژدھے کو اَدھ موا کر رکھا ہے۔ علی بھائی بہت شکریہ۔ دانش عارفین حیرت کی تحریر ''مسکرانے والے قاری قرآن'' ایک جلیل القدر صحابی رسول کا بہترین تعارف کروا رہی تھی۔ شمارہ ۱۱۱۰ میں آپ کی دستک ''اپنائیت کا احساس'' اپنی جگہ زبان وبیان کا ایک شاہکار لگی۔ بہت عرصے کے بعد آپ نے ادبی انداز میں ایسی دستک لکھی کہ اسے کالج کے اردو نصاب میں داخل ہونا چاہیے۔ دخیل الفاظ کو بہت خوبصورتی سے سمجھایا اور ریل گاڑی کا ذکر بھی خوبصورتی سے کیا۔ اشعار بہت ہی اچھے تھے۔ ''معصوم لطیفے'' پڑھ کر ہنسی روک نہ سکے۔ پتے پہننے والی بات پر تو معذرت قہقہہ ہی نکل گیا اور امی جان نے گھور کر ہمیں دیکھا۔ ہم نے امی جان کو فوراً یہ لطیفہ پڑھوا دیا، اب تو ان کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔ ''کہانی ایک سست تن کی'' جاوید بسام کے مخصوص اندازِ تحریر میں ایک اور شاہکار کہانی تھی۔ بہت پسند آئی۔ خصوصاً ہمارے ابو کو۔ ''شیرو اور آدمی'' اردو کی کسی جماعت میں پڑھ چکا ہوں مگر دوبارہ پڑھ کر اچھا لگا۔ خاکی صاحب کی نظم ''وہی خاکی سکندر ہے' بہت اچھی تھی۔ کیا یہ بھی اثر جونپوری صاحب کا قلمی نام ہے؟ ''ارض فلسطین'' از مولانا عاشق الٰہی نہایت معلوماتی مضمون تھا۔ یہ مضمون محفوظ کرلیا ہے۔ میر حجاز کی تعریف کے لیے تو الفاظ نہیں ہیں۔ اب شدت سے اس کی کتاب کا انتظار ہے۔ (دانش خرم شہزاد۔ متعلم ہائی اسکول۔ کوٹ ادو)

ج: شماروں اور دستک کی اتنی تعریف کے لیے بے حد شکریہ۔ ابن الاسلام خاکی جناب اثر جونپوری کا نہیں بلکہ بچوں کے مشہور رسالے ''ذوق وشوق'' کے مدیر جناب عبدالعزیز کا قلمی نام ہے۔ میر حجاز کتاب ان شاء اللہ تعالیٰ دسمبر تک شائع ہوجائے گی۔

☆ شمارہ ۱۱۰۹ جیسے ہی ہاتھوں میں آیا سب سے پہلے آمنے سامنے والا صفحہ کھولا۔ اپنا خط پا کر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ اپنے معمول کے مطابق سارے رسالے کو دیکھنے لگی تو جواہرات سے قیمتی پر نظر پڑی تو پڑھنا شروع کردیا تو حیرت کا ایک جھٹکا لگا کیونکہ وہ جواہرات سے قیمتی میں نے بھیجے تھے۔ نام کو ڈھونڈا خالی جگہ نظر آئی بہت دکھ ہوا۔ سب سے پہلے قرآن وحدیث پڑھ کر دعا کی۔ دستک پڑھی تو ایصال ثواب کیا۔ ''ہم محافظ عالم اسلام کے'' ایک اچھی نظم تھی۔ 'اپنا گھر' ایک سبق آموز کہانی تھی۔ 'میر حجاز' حسبِ معمول بہت ہی اچھا تھا۔ 'مناسب الفاظ کا انتخاب کیجیے' ایک اچھا سبق دینے والا مضمون تھا۔ 'اونٹ رے اونٹ' دیکھ کر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ 'سنو مین' کہانی زبردست تھی پہلی جھلک میرے پسندیدہ لکھاری کی کہانی تھی۔ مسکرانے والے قاری قرآن شاندار تھی۔ (حور عینا بنت محمد الیاس۔ ٹھل نجیب)

ج: بہت معذرت کہ آپ کا نام شائع ہونے سے رہ گیا۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ جواہرات سے زیادہ قیمتی موتی بھتیجی حور عینا نے ہم سب کو عنایت کیے تھے۔

☆ مدیر بھائی! میں اس رسالے کو اتنا شوق جوش وجذبہ سے پڑھتی ہوں کہ پڑھانے کے باوجود بھی اس رسالے کو پڑھنے میں کوئی کمی نہیں آئی اور میرے لیے تو یہ بہت ہی نافع ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے لیے اس رسالے کو فائدہ مند بنائے رکھے اس رسالے میں ہر اچھی بات شاگردوں کو سنایا کرتی ہوں جس کی وجہ سے وہ بھی اس رسالے کو بہت شوق سے پڑھنے لگ گئی ہیں۔ (صبیحہ عائشہ۔ ملتان)

ج: اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، آمین۔ اگر ہر استاد اور استانی اسی طرح بچوں کا اسلام اپنے طلبہ میں متعارف کروائے تو خیر کا یہ سلسلہ دور تک پھیلتا چلا جائے۔

☆ شمارہ ۱۱۱۳ پڑھا۔ قرآن وحدیث کے بعد 'دستک' پڑھنے کے بعد مدینہ منورہ جانے کا شوق بڑھ گیا۔ 'وہ بچہ گیا کہاں؟' پڑھ کر بہت مزا آیا۔ سلام کی مزید عادت پختہ ہوگئی۔ 'میر حجاز' کا سلسلہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ 'اونٹ رے اونٹ' ناول بھی بہت اچھا جا رہا ہے۔ یہ میرا کسی بھی رسالے میں دوسرا خط ہے۔ (رشید احمد بن محمد احسان۔ بلال گنج۔ لاہور)

ج: بس بلال گنج سے اب تیسرے خط کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ منورہ بار بار لے جائے، آمین!

☆ شمارہ ۱۱۱۱ بہت اچھا لگا۔ دستک نے شروع میں تھوڑا ہنسایا۔ اللہ تعالیٰ اہل فلسطین کا حامی و ناصر ہو۔ 'ایک خوش نصیب سخی' بہت زبردست لگی۔ 'مسکراہٹ کے پھول' اور جناب چاند میاں دونوں نے ایک ساتھ بہت ہنسایا۔ 'اونٹ رے اونٹ' آپ نے ناول شروع کیا اس کے لیے بہت شکریہ۔ میں مرحوم جناب اشتیاق احمد صاحبؒ کے ناول بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ 'ادھر ادھر' نے نئی معلومات سے آگاہ کیا۔ آج کل 'مختصر پر اثر' غائب ہے؟ (حافظ محمد حسان ریاض۔ اڈا پل مراد چشتیاں)

ج: مختصر پر اثر سے تو کوئی شمارہ خالی نہیں ہوتا۔ بس کبھی یہ اس عنوان کے تحت ایک ساتھ شائع ہوجاتے ہیں اور کبھی پورے شمارے میں پھیل جاتے ہیں!

☆ شمارہ ۱۱۰۵ اپنے سرورق سے محبت کا سلیقہ سکھا رہا تھا۔ 'میں کچھ نہیں بھولتا' اللہ تعالیٰ ہمیں روز محشر کی تیاری کرنے والا بنائے اور اس دن رسوائی سے بچائے۔ مختصر پر اثر بھی اچھے تھے۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں؟' میں سے تین سوالوں کے جواب الحمدللہ آ جاتے ہیں لیکن دو سوال آخر والے سمجھ نہیں آئے، کیونکہ ہم 'جغرافیہ اور سائنس' سے بالکل کورے ہیں۔ انجان اور موچی بن گیا کھو۔جی مسکرانے پر مجبور کر گئیں۔ 'ملال، جواب طلب سوال' دونوں عمدہ تھیں۔ آمنے سامنے میں گیارہ خطوط مع جواب بہت اچھے رہے۔ (خدیجۃ الکبریٰ۔ رسول پور)

ج: ان دنیوی علوم سے بے توجہی اچھی نہیں۔ ایک اچھے اور بہادر مسلمان کو دین کے جذبے سے دنیوی علوم میں مہارت حاصل کرنا چاہیے۔

☆ مدیر انکل! میرا نام ہاجرہ عبدالشکور ہے۔ میں ایف۔ ایس۔ سی دوسرے سال کی طالبہ ہوں اور پنجاب کالج کوٹ ادو میں زیر تعلیم ہوں۔ میں نے پہلے بھی 'بچوں کا اسلام' میں ایک خط لکھا تھا جو الحمدللہ شائع بھی ہوا تھا۔ 'بچوں کا اسلام' میں یقیناً سب سے خوب صورت سلسلہ 'میر حجاز' ہے۔ اگر اس کے

حیرت انگیز آفر! 50% OFF
اشتیاق احمد کے تمام ناول اور کتابیں آدھی قیمت پر
ہزاروں کتابیں ایک کلک پر
ہم نے آباد کیا ہے آپ کے لیے
کتابوں کا ایک نیا جہاں
بچوں کی تعلیم وتربیت اور تفریح کے لیے خوبصورت کتب پر مشتمل کتاب نگر میں خوش آمدید!
گھر بیٹھے کتابوں کی خریداری کے لیے ہماری ویب سائٹ "کتاب نگر" وزٹ کیجیے اور حاصل کیجیے بے شمار کتابیں وہ بھی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر۔
نوٹ: یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔
ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کا طریقہ:
اشتیاق احمد کے ناول اور کتابیں آرڈر کرنے کے لیے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے دائیں طرف Categories پر کلک کریں اور پھر "Ishtiaq Ahmed" پر کلک کریں، اپنے مطلوبہ ناول کے ٹائٹل کے نیچے "ADD TO CART" کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں جانب بنے باسکٹ کے نشان کے پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لیے اُس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر "CHECKOUT" کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے "Place Order" پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل پانچ سے سات دن تک ڈیلیور ہو جائے گا۔ شکریہ
ویب سائٹ: www.kitaabnagar.com

ساتھ ساتھ کسی مسلم فاتح، مشاہیر یا ہمارے اسلاف کے واقعات شائع کیے جائیں تو یہ ہماری قوم کی رہنمائی کا سبب بھی بنیں گے اور نئی نسل میں، مستقبل میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی مثبت سوچ بھی بیدار ہوگی۔ امید ہے کہ آپ اس درخواست پر غور فرمائیں گے۔ (ہاجرہ عبدالشکور۔ سنانواں، کوٹ ادو)

ج: بھتیجی صاحبہ! مسلم فاتحین کا سلسلہ بچوں کا اسلام میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ اب تک محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی رحمہا اللہ سمیت کئی مسلم فاتحین کی روداد شائع ہو چکی ہے۔ اٹھارہ مسلم فاتحین کی نہایت مستند روداد ۱۸ انتہائی خوبصورت کتابوں کی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر دلچسپی ہو تو (03424198208) پر اپنا مکمل پتا واٹس ایپ کر کے منگوائی جاسکتی ہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۱۱ میں دستک ''گیارہ گیارہ کی کھچڑی'' بہت ہی زبردست تھی۔ دستک کی طرح ہمارے دماغ کی بھی کھچڑی بن گئی۔ ابھی کھچڑی صحیح طرح سے پکی نہیں تھی کہ اچانک ہماری نظر 'قرآن وحدیث' پر پڑی تو ہماری کھچڑی ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد 'بھولا' پڑھ کر تو اپنے بچپن کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اس کے بعد 'مسکراہٹ کے پھول' پڑھ کر دل پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس کے بعد اشتیاق احمد صاحبؒ کا جاسوسی ناول 'اونٹ رے اونٹ' پڑھا، پھر 'میر حجاز' پڑھا ماشاء اللہ بہت ہی اچھا سلسلہ چل رہا ہے۔ اس کے بعد آمنے سامنے کی محفل میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر میں پھولے نہیں سما پایا کہ میرا پہلا خط شائع ہو چکا تھا۔ مدیر چاچو آپ کو میرا پہلا خط پڑھنے میں کہیں کچھ دشواری پیش آئی ہوگی۔ اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں اور میرا پیارا دوست (عبدالرحمن۔ ٹنڈو آدم) جامعہ دارالعلوم کراچی میں زیر تعلیم ہیں اور ہم جماعت بھی ہیں، اس طرح اٹک اور ٹنڈو آدم کی دوستی ہوگئی ہے۔ مدیر چاچو ویسے آپ کس شہر سے تعلق رکھتے ہیں؟ (حافظ محمد یمان بن اظہر محمود۔ شمس آباد، اٹک)

ج: آبائی تعلق آپ کے دوست عبدالرحمن کے شہر ٹنڈو آدم سے اور عرصہ پچیس برس سے شہر زرنگار کراچی سے! اٹک اور ٹنڈو آدم میں 'ٹ' مشترک ہے، امید ہے دوستی میں کبھی کوئی اٹکن نہیں آئے گی اور قائم رہے گی۔

☆ شمارہ ۱۱۱۲ بڑا زبردست رہا۔ سب سے پہلے 'قرآن وحدیث' سے فائدہ اٹھایا۔ پھر آپ کی مبارک 'دستک' پڑھی۔ کافی مزے کی تھی اور سبق آموز بھی۔ 'سورۂ فاتحہ' آسان علم دین کورس کی 'ہدایت' اور 'علم انکساری چاہتا ہے' پڑھ کر فائدہ اور معلومات دونوں ایک ساتھ حاصل ہوئیں۔ 'ان کے دامن کے لیے' کیا ہی خوب لکھا ہے۔ 'میر حجاز' اور 'جواہرات سے قیمتی' دونوں ہی زبردست سلسلے ہیں۔ 'مٹھائی اور ہم' پڑھ کر جلدی سے ایک رس گلا منہ میں ڈال لیا۔ اس کے بعد 'مداوا' سبق آموز کہانی تھی۔ 'اونٹ رے اونٹ' نام پہلی دفعہ سنا ہے۔ اشتیاق احمد صاحبؒ کے اس ناول کا لیکن انداز بڑا زبردست ہے۔ 'آمنے سامنے میں ان شاء اللہ دوبارہ اپنی جگہ بنائیں گے۔ پہلے 'ٹنڈو آدم' سے لکھتے تھے، لیکن اب جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آ گئے اس لیے لکھ نہ سکے۔ شمارہ ۱۱۱۱ میں ہماری کلاس کے دوست محمد یمان اٹک کا خط شائع ہوا۔ آپ نے جواب میں لکھا تھا ''بھلا ٹنڈو آدم کی اٹک سے کیسے دوستی ہوگئی؟'' کا جواب اب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

(حافظ عبدالرحمن۔ جامعہ دارالعلوم، کراچی)

ج: جی جی، آپ کے عین اوپر محمد یمان کا خط موجود ہے۔ بہت اچھا اتفاق ہے بھئی۔

☆ شمارہ ۱۱۱۱ میں بڑی 'نرم مزاجی' (القرآن) کے ساتھ 'گیارہ گیارہ کی کھچڑی' کا ذائقہ چکھا مگر اگلے ہی لمحے 'ایک خوش نصیب سخی' نے اپنے ہی گھر کے صحن (صفحہ) میں موجود 'درود شریف کے مسنون صیغے' سے ہمارا دل شاد کیا۔ پھر ہمارا شان دار 'بھولا' ہوا سبق ہمیں یاد آیا اور اس سبق پر عمل کر کے ہم نے دل پسند خوش نما 'مسکراہٹ کے پھول' کی خوشبو سونگھی تو اچانک کسی انسپکٹر نے 'اونٹ رے اونٹ' کی پکار دی 'وہ بچہ ہی کیا جو......' پکار سن ہاں مگر 'میر حجاز' نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کر کے کھینچ لیا سو وہاں ہم رک گئے۔ اس کے اثر سے ہمیں 'عبادت کا تحفہ' ملا، مگر عبادات کی قیمت بھی 'وقت کے قدردان' ہی جانتے ہیں۔ وقت گیا عبادات کا موقع گیا۔ پھر ہم نے آپ کے اور قارئین کے 'آمنے سامنے' آنے کی کوشش کی اور پھر آخر یہ ہماری کوشش کامیاب رہی۔ مگر اگلے ہی لمحے 'ایک دیوہیکل درخت' نے ہمیں حیران کرتے ہوئے رخصت ہونے پر مجبور کر دیا۔ ہم نے بھی پھر 'اللہ حافظ' کہہ دیا۔
(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: حیران ہو کر کون رخصت ہوتا ہے، خیر جواب میں ہم بھی آپ کو اللہ حافظ کہتے ہیں۔

☆ 'بچوں کا اسلام' رسالہ میرے محبوب رسالوں میں سے ہے۔ ہم سب گھر والے بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ 'ان کے کوچے میں' محمد فضیل بھائی نے بہت اچھا لکھا۔ 'میر حجاز' سلسلہ بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ یہ کتابی شکل میں کب شائع ہوگا۔ (حافظ محمد غلام مرتضیٰ۔ اڈا محمد پناہ موڑ حاصل پور)

ج: ان شاء اللہ تعالیٰ اسی سال دسمبر میں۔ کراچی کتب میلہ میں یہ کتاب موجود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے، آمین!

☆ شمارہ ۱۱۱۱ میں 'آمنے سامنے' کی محفل میں دو مہینے پہلے بھیجا ہوا اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ اس خط کو پڑھ کر قارئین نے میری امی جان کی صحت یابی کے لیے دعا کی ہوگی۔ 'دستک' میں مدیر چاچو وطن عزیز کے مستقبل کی تصویر دکھا رہے تھے۔ اللہ کریں یہ تصور حقیقت کے روپ میں بدل جائے۔ 'بھولا' اچھی کہانی تھی، چاند میاں کے بھولپن پر ہنسی آئی۔ 'مسکراہٹ کے پھول' اس بار نے واقعی مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ 'وہ بچہ ہی کیا جو' بہترین کہانی تھی۔ 'میر حجاز' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوید بن صامت سے ملاقات اور بنو خزرج کو اسلام کی دعوت دینے کا مبارک تذکرہ تھا۔ ''باباب درخت' اچھی اور معلوماتی تحریر تھی۔ آخر میں ایک بار پھر تمام قارئین سے والدہ محترمہ کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ (عظمت اللہ محمد بن عبدالرزاق۔ دارالعلوم، کراچی)

ج: اللہ تعالیٰ ہماری خالہ جان کو مکمل صحت انتہائی عافیت کے ساتھ نصیب فرمائیں، آمین۔ قارئین بھی ایک بار یہاں دل سے دعا کر دیں۔ شکریہ!

☆ شمارہ ۱۱۰۴ 'سونے کی اینٹ' آخرت کی یاد دلاتی بہترین تحریر تھی۔ 'وہ ایک قدم' یہ تحریر بہت پسند آئی۔ اگر کوئی خود کو قناعت پر آمادہ کر لے اس کے لیے یہ تحریر بہت اہم ہے۔ 'ان کے کوچے میں' آخری قسط بہت بہترین زبردست اور انتہائی ایمان افروز تحریر تھی۔ 'بڑے قد والا' واقعی ایک عظیم انسان تھا۔ اس تحریر میں سبق، عبرت، پچھتاوا سبھی تھا۔ مولانا طارق جمیل مدظلہ کے صاحب زادے فوت ہو گئے ہیں۔ اللہ پاک انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور مولانا کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین! (ام احمد سعید۔ پنڈی گھیب)

ج: آمین ثم آمین۔ ان کے لیے جتنا ایصال ثواب کر سکیں سب قارئین ضرور کریں۔

ضروری اعلان

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

اطلاعاً عرض ہے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے صرف اسلام آباد اور لاہور ایڈیشن کو پہلی جنوری سے بند کردیا گیا ہے، لیکن الحمدللہ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب و تاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہورہے ہیں!

قارئین جو یہ سطور پڑھ رہے ہیں، ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں/خواتین کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پا رہے، ہاکر انھیں منع کررہے ہیں تو براہِ کرم ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اُن تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہورہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہورہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کرکے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوا لیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جاکر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبر شپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔ جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جارہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور پورے سال گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ کا اکاؤنٹ موجود ہے۔ اسی طرح آپ یہ رقم ہمارے بینک اکاؤنٹ میں بھی جمع کرا سکتے ہیں (بینک اکاؤنٹ کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے)۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ کروائیے یا بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردیجیے، بعدازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کرکے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کردیے جائیں۔ فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کرسکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کردے۔ اگر ہاکر منع کردے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جارہے ہیں، فون کرکے ان سے منگوا لیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر و عافیت رہے، آمین!

مدیر
روزنامہ اسلام

Account Title: Daily Islam
Bank Account No: 0758-1006122719
Bank Alfalah Nazimabad No 6 Karachi.